پروفیسر مولانا قائم الدین ساکن مرحوم
مرتبہ: پروفیسر احسان الٰہی سالک

نامہ بر کبوتر

ڈاک جسے نظام برید بھی کہتے ہیں، حکومتوں اور رعایا کے قیام و بقا کے لیے نہایت ضروری ہے۔ یہ سلسلہ ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں ضرور قائم رہا ہے اور اس میں ہر زمانے کے حالات کے مطابق ردوبدل ہوتا رہا ہے اور اسے مفید و موثر بنانے کے لیے نئی نئی اختراعات عمل میں آتی رہیں۔

کبوتروں سے بڑے بڑے کام لیے جاتے تھے۔ یہ نامہ بری کے کام بھی آتے تھے لیکن یہ کام ان سے کبھی اس طرح کثرت سے نہیں لیا گیا جیسا کہ دوسرے ذریعوں سے۔ پھر بھی آڑے وقتوں میں جب خبر رسانی کے دوسرے طریقوں سے افشائے راز کا اندیشہ ہو تو ان پرندوں کو اس کام کے لیے موزوں سمجھ کر قاصد کا کام لیا جاتا رہا اور ان وفادار پرندوں نے بھی ان پر آشوب اوقات میں اس نازک کام کو اس ہمت اور رازداری سے انجام دیا کہ جیسی ضرورت تھی۔

ظہور اسلام کے بعد اہل عرب اس کی طاقت پرواز وغیرہ سے بخوبی واقف تھے۔ تاریخ سے ایسی کئی مثالیں دستیاب ہیں۔ ۶۴ھ میں مروان بن حکم نے دمشق سے عبیداللہ بن زیاد کو یہ حکم لکھا:

"مرگ یزید کے سبب فوج میں گھبراہٹ ہے۔ جس وقت تمہارے پاس یہ حکم پہنچے خزانہ لے کر فوراً چلے آؤ اور کوفے کو چھوڑ دو تاکہ سلطنت کے معاملے میں کوئی تدبیر کی جائے۔ خبردار یزید کی موت سے کوئی شخص آگاہ نہ ہو۔"

عبیداللہ نے اپنے بیٹے عمر کو شہر کوفے میں چھوڑ رکھا تھا اور خود بصرے میں تھا۔ اس واسطے یہ خط اس کے بیٹے کو ملا جس نے باپ کو لکھا۔

"یزید کے مرجانے سے ملک شام میں پریشانی پھیلی ہوئی ہے۔ عراق میں اس واقعہ کی خبر نہیں۔ غور کریں اس موقع پر کیا کرنا چاہیے۔ آپ میرے پاس پہنچیں گے یا میں آپ کے پاس آؤں۔ جو کچھ مناسب ہو اہل عراق کو یزید کی وفات کی خبر ملنے سے پہلے کر لینا چاہیے۔"[1]

۱؎ کتاب "مختار نامہ" ص ۶۸۔

یہ خط کبوتر کے گلے میں باندھا۔ اس کے پاؤں میں سونے کی پنجنیاں ڈالی گئیں تاکہ جس وقت یہ کبوتران کے مکان پر جاکر بیٹھے، اس کے پکڑنے کی ضرور کوشش کی جائے۔ اس کبوتر کو اڑا دیا گیا۔ جب کبوتر شہر بصرے پہنچا تو خط کو کبوتر کے گلے سے کھولا اور پڑھا گیا۔

جن ایام میں مشرق و مغرب باہم متصادم تھے اور صلیبی جنگیں جاری تھیں۔ اس وقت قدم قدم پر اس امر کی ضرورت بڑی شدت کے ساتھ محسوس ہونے لگی کہ ڈاک کے نظام کو زیادہ سے زیادہ موثر بنایا جائے تاکہ یورپ سے آنے والے صلیبی لشکروں کی نقل و حرکت، ان کی جنگی تیاریوں اور منصوبہ بندی کی اطلاعات بروقت مسلمان کیمپ میں پہنچتی رہیں۔ نورالدین زنگی نے معمولی ڈاک (برید) کے علاوہ کبوتروں کی ڈاک بھی جاری کی۔ عربی میں انھیں "الحمام الرسائلی" کہتے ہیں۔ اس نظام کو تھوڑے ہی عرصے میں عراق اور مصر میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوگئی اور حکومت اس پر خاص توجہ مرکوز کرنے لگی اور اس سلسلے میں پورے اہتمام ہونے لگے۔ چنانچہ ڈاک کے کبوتروں کے لیے چوکیوں اور بام خانوں کے علاوہ یکساں فاصلے پر برجیاں بنائی جانے لگیں۔ یہ انتظام اتنا باقاعدہ تھا کہ اس پر خورد گیری نہیں ہوسکتی تھی۔ ان برجیوں کو عربی کتب میں برج الحمام اور کبوتروں کے لیے ترتیب منازل کا کام "تدریج الحمام" کہلاتا تھا۔ نامہ بر کبوتروں کی نسل خاص تھی۔

نورالدین زنگی کے زمانے کے بعد نامہ بر کبوتروں کو پالنے اور رکھنے کا شوق امرا اور بادشاہوں میں عام ہوگیا تھا۔ ان کبوتروں کی مانگ اتنی بڑھ گئی تھی کہ ایک ایک کبوتر کی قیمت سات سات سو اور آٹھ آٹھ سو دینار ہوگئی۔ علامہ قلقشندی کہتے ہیں کہ ایک کبوتر جو قسطنطنیہ سے بصرے خط لے کر آیا تھا، ایک ہزار دینار پر فروخت ہوا۔ ایک انڈے کی قیمت بیس دینار ہوگئی۔ عمدہ نسل کے کبوتروں کے نسب نامے سرکاری دفتروں میں محفوظ رکھے جاتے تھے اور انھیں "انساب الحمام" کہتے تھے۔ ان پر کتابیں لکھی گئیں، چنانچہ قاضی محی الدین بن عبدالظاہر کی کتاب "تمائم الحمائم" کا ذکر اکثر مورخوں نے کیا ہے۔ شاعر مشہور کبوتروں کی مدح میں قصائد بھی لکھتے تھے۔

جب تیمور نے شام فتح کیا اور اردگرد کے علاقوں کا امن و امان خس و خاشاک کی طرح بہ گیا اور نظم و نسق درہم برہم ہوگیا تو یہ سلسلہ بھی درہم برہم ہوگیا۔ علامہ قلقشندی کہتے ہیں کہ میرے زمانے (یعنی نویں صدی ہجری) میں کبوتروں کی ڈاک کا رواج ختم ہوچکا ہے۔ لیکن اس سے پہلے مصر و شام میں علاوہ سرکاری

کاموں کے کبوتروں کے ذریعے عوام کو ضروری واقعات کی اطلاعات بھی بہم پہنچائی جاتی تھیں۔

فخر الدین عراقی (جو بڑے معروف شاعر تھے) نے جب قاہرہ سے دمشق کا سفر کیا تو مملوک سلطان بیبرس اوّل نے راستے کے سب شہروں کو کبوتروں کے ذریعے سے اس کی آمد کی اطلاع بھجوا دی تاکہ لوگ ان کے استقبال کی تیاری کر سکیں۔

فاطمی خلفا نے ڈاک رساں کبوتروں کی پرورش کے لیے نہایت اعلیٰ انتظامات کیے تھے۔ علامہ قلقشندی کہتے ہیں کہ ایک مستقل دفتر ان کبوتروں کے نسب نامے محفوظ رکھنے کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں قلقشندی ایک عجیب واقعہ بیان کرتے ہیں:

"ایک دفعہ خلیفہ العزیز اپنے وزیر یعقوب کلسی سے کہنے لگا کہ میں نے القراصیہ (سیاہ انگور جیسا پھل) کے دانے ایک مدت سے نہیں دیکھے۔ وزیر نے اسی وقت دمشق کے گورنر کو کبوتر کے ذریعے چٹھی بھیجی کہ جتنے حمام زاجل (ڈاک رساں کبوتر) وہاں ہیں، سب کے پروں میں تھوڑے تھوڑے قراصیہ کے دانے باندھ کر مصر کی جانب اڑا دو۔ چنانچہ دن ختم نہ ہوا تھا کہ یہ دانے جمع کر کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیے گئے۔"

خلفائے فاطمیہ شمالی افریقہ کے صوبیداروں سے کبوتروں کے ذریعے ہی خط و کتابت کرتے تھے۔ دورانِ جنگ میں یہ کبوتر محصورین کے لیے نعمتِ عظمیٰ ثابت ہوتے تھے۔ ایسے حالات میں تمام نامہ و پیام انہی کے ذریعے ہوتا تھا۔ اگرچہ یہ طریق کار خطرے سے خالی نہ تھا۔ کیونکہ اگر کسی طرح کبوتر دشمن کے ہاتھ آجاتا تو تمام راز افشا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ۲۲۸ھ کا واقعہ ہے کہ خلیفہ حکم کے ایک کاتب نے دشمنوں سے ساز باز کر رکھی تھی۔ حکم کے آدمیوں نے کاتب کے چھوڑے ہوئے کبوتروں میں سے ایک کبوتر کو گرا کر خط پڑھ لیا، اور پھر یہ خط حکم کے سامنے پیش کر دیا۔ کاتب سے باز پرس کی گئی وہ انکار نہ کر سکا۔ لہٰذا قتل کر دیا گیا۔

مغلیہ دور

ابو الفضل لکھتا ہے کہ "رشتہ کبوتر، نامہ آوری میں مشہور ہے اور ماہرین ان کو یہ کام سکھاتے ہیں کہ وہ دور دراز کے مقام سے خط لے آتا ہے"[۵۲]

---

۵۲ آئین اکبری جلد اوّل۔ ص ۱۵۶

باوجودیکہ سرکار اکبری میں اس وقت بیس ہزار سے زیادہ قسم کے کبوتر موجود ہیں مگر پھر بھی اس جانور کی قسموں کی انتہا معلوم نہ ہوئی[۵۳]

شہنشاہ جہانگیر ۱۲ سنِ جلوس کے واقعات بیان کرتے ہوئے اپنی توزک میں لکھتا ہے کہ: "میں نے نامہ بر کبوتروں کے متعلق بہت سی باتیں سنی تھیں کہ خلفائے بنی عباس کے زمانے میں بغدادی کبوتروں کو جنھیں نامہ بر کہتے تھے، اور بلاشبہ جنگلی کبوتروں سے ان کے دس پندرہ پر بڑے ہوتے تھے، نامہ بری سکھائی جاتی تھی۔ میں نے کبوتر بازوں سے کہا کہ ان صحرائی کبوتروں کو بھی نامہ بری کے لیے سدھائیں۔ چنانچہ انھوں نے کبوتروں کے چند جوڑوں کو اس طرح سدھایا کہ دن کے اوّل حصے میں ہم ان کو مانڈو سے اڑاتے تھے، اگر کثرت سے بارش ہوتی تھی تب بھی وہ زیادہ سے زیادہ ڈھائی پہر میں ورنہ ڈیڑھ پہر میں برہان پور پہنچ جاتے تھے۔ اگر ہوا صاف ہوتی تھی اور بارش وغیرہ نہیں ہوتی تھی تو ان میں سے اکثر ایک پہر میں برہان پور پہنچتے تھے اور بعض کبوتر چار گھڑی میں بھی پہنچتے تھے"

ان کبوتروں کی یادداشت بہت ہی حیرت انگیز ہے۔ وہ اپنے گھر کو خوب پہچانتے ہیں اور برسوں بعد بھی نہیں بھولتے۔ جن لوگوں کو سفر میں بڑے اہم کام پڑتے ہیں وہ ایسے بھروسے کے کبوتر پال لیتے ہیں اور جب کہیں سفر پر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک دو کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر مطلب کی بات لکھ کر کاغذ ایک کبوتر کے گلے میں باندھ دیتے ہیں جسے لے کر وہ سیدھا گھر پہنچ جاتا ہے۔

کبوتر سات سو میل تک اڑ سکتے ہیں۔ ان کی پرواز بہت تیز ہوتی ہے۔ عام طور پر کبوتر ۷۵ میل فی گھنٹہ کے حساب سے اُڑتا ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ تیز اُڑ سکتا ہے۔ کبوتر فضا میں سیدھا پرواز نہیں کرتا۔ لمبی پرواز میں کبوتر اکثر راستہ کھو دیتے ہیں یا تھک کر ہمت ہار دیتے ہیں۔ وہ دھند اور کہر میں اکثر اپنا راستہ بھول جاتے ہیں۔

ماضی قریب کے چند واقعات

۱۸۸۵ء میں مدراس کی جرنیلی قواعد میں کرنل انڈروڈ نے مصنوعی جنگ میں کبوتروں کے ذریعے

---

۵۳ آئینِ اکبری، ج ۱، ص ۱۵۵

خبر پہنچانے کا تجربہ کیا۔ کہتے ہیں جب جنگ ختم ہوئی۔ سنیچر کا دن تھا۔ کرنل موصوف نے مقام پالاویرم سے ایک کبوتر کے گلے میں (جو نظام الدین بہادر کا تھا) خط باندھ کر سینٹ تھرمی کی طرف جہاں کا یہ کبوتر تھا، سوا آٹھ بجے صبح اُڑایا۔ ساڑھے آٹھ بجے یعنی صرف پندرہ منٹ کے عرصے میں یہ کبوتر اپنے مکان پر جا پہنچا۔

"ماہ جولائی ۱۸۸۸ء میں اسی طرح کا ایک اور تجربہ ہوا، جس میں ایک کبوتر اڑھائی گھنٹے میں ایک سو ستر میل اُڑا"[۵۴]

ایک اخبار لکھتا ہے: "چند سال سے یورپ میں حکمرانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ حتی الامکان جنگ کے وقت نامہ بر کبوتروں سے کام لیا جائے، اس ضمن میں بہت سی آزمائشیں جرمنی، فرانس اور اٹلی میں ہوئی ہیں، جن سے دریافت ہوا کہ ان پر مدد ان پہ کہاں تک اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ ان تجربات سے ایسا حوصلہ پیدا ہوا کہ اٹلی میں ہر صدر مقام پہ غول کے غول کبوتروں کے ایک افسر کی نگرانی میں پرورش پا رہے ہیں۔ یہ کاروائی انگلستان میں بھی شروع ہوئی ہے۔ کبوتروں سے جنگی نامہ بری کا کام لینے میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ جس مقام سے یہ چھوڑے جائیں وہاں پہ پھر واپس آئیں، اس مقام کو ان کا واپس آنا آسان ہے، جبکہ وہ اپنا گھر پہچانتے ہیں۔ ان کو دوسرا سفر سکھانا چاہیے۔ اسی وجہ سے اٹلی کے ایک باشندے نے مقام منتقل کرنے کی (واپس لوٹ آنے کی) آزمائش کی ہے لیکن یہ بہت دقت طلب کاروائی ہے"[۵۵]

نامہ بر کبوتروں کی ٹریننگ

کبوتر جب دو یا تین ماہ کا ہو جاتا ہے تو اس کی ٹریننگ شروع ہوتی ہے۔ پہلے اسے گھر سے ایک میل کے فاصلے پہ لے جا کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ فاصلہ بڑھاتے جاتے ہیں۔ کبوتر کے اندر یہ جذبہ فطری طور پر موجود ہوتا ہے کہ وہ اپنا گھر نہیں بھولتا اور لوٹ لوٹ کر وہاں آتا ہے۔ جب اسے اتنی مہارت ہو جاتی ہے کہ وہ سو سوا سو میل کے فاصلے سے گھر لوٹنے لگتا ہے تو پھر اُسے دوسرے

---

۵۴ اخبار امپیریل پیپر لاہور۔ اشاعت ۲۷ فروری ۱۸۹۲ء

۵۵ "پٹیالہ" اخبار۔ اشاعت ۱۱ مارچ ۱۸۹۲ء

کبوتروں کے مقابلے میں اُڑاتے ہیں

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انھیں راستہ کیسے معلوم ہوتا ہے؟ چھوٹے کبوتر اپنی اُڑان کی ابتدا میں اپنی ملکی سرحدوں کے امتیازی نشانات سے خوب اچھی طرح واقف ہو جاتے ہیں۔ جب کبوتروں کو کسی نامعلوم مقام پر لے جاکر چھوڑتے ہیں تو وہ اُڑ کر پہلے فضا میں چکر کاٹتے ہیں اور پھر اپنا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ آخر وہ کون سی شے ہے جو پرندوں کو گھر کا راستہ دکھاتی ہے؟ نئے پرندوں کو شروع شروع میں ایک خاص سمت سے اُڑ کر گھر پہنچنے کی ٹریننگ دی جاتی ہے، مثلاً شمال سے جنوب کی طرف اڑان۔ ان کے مقابلے کے وقت میں بھی انھیں اسی سمت میں اڑایا جاتا ہے۔ ممکن ہے اپنی ملکی سرحدوں کے امتیازی نشانات کے ساتھ ساتھ ان پرندوں کو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہو کہ ان کا گھر کس طرف ہے۔ لیکن آخر ان پرندوں کو اس بات کا کیسے علم ہو جاتا ہے کہ شمال یا جنوب کس جانب ہے؟ شاید سورج کی مدد سے وہ سمت کا اندازہ کر لیتے ہوں۔ کیونکہ رات کے وقت وہ عموماً راستہ بھول جاتے ہیں۔ اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ کبوتروں کو دن کے اوقات کا علم ضرور ہوگا، مگر یہ کوئی ایسی ناممکن بات نہیں۔ کیونکہ اکثر حیوانات میں وقت کی حس ضرور موجود ہوتی ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اکثر کبوتر کو شمال سے جنوب کی طرف پرواز سکھانے کے بعد اسے مخالف سمت میں چھوڑ دیا جائے تو وہ آسانی سے لوٹ آتا ہے۔

فارسی شاعری میں کبوتروں کے ذریعے عشاق کی نامہ بری کا ذکر جا بجا ملتا ہے۔ چنانچہ چند شعر پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ یارب چہ گل شگفت زمکتوب ما کہ باز — بادِ صبا ملول و کبوتر گرفتہ است
۲۔ اے کبوتر گر پری بر گردِ بامِ آں پری — نامہ ات بر گردنت بندم گر آنجا بگزری
۳۔ نافہ می زیرد بخاک از سایہ مرغِ نامہ بر — تا ز وصفِ کاکل او شد معنبر نامہ ام
۴۔ قلم ز نشار نامش ز دست ما افتد — بجائی نامہ برد ہوشِ ما کبوترِ ما
۵۔ احوالِ ما ز حوصلۂ نامہ پیش بود — بر رخی ازاں ببالِ کبوتر نوشتہ ایم
۶۔ عقدۂ مکتوب مارا از کشادن بہرہ نیست — ایں گرہ بیہودہ بر بالِ کبوتر می زنیم
۷۔ شب کہ شوق رقم نامۂ دلبر می شد — دیدہ ہر قطرہ کہ می ریخت کبوتر می شد

۸- چو بستم نامہ بر بال کبوتر بستہ شد پائیش
تو گوئی حلقہ دام است نقش مہر مکتوبم

۹- زہے بشوق تو پرواز مرغ نامہ ما
صدائے بال کبوتر صریر خامہ ما

۱۰- نامہ شوق ترا در خواب اگر افشا کنم
چوں کبوتر زیر سر پر می زند بالین ما

۱۱- اضطراب دل نمی دانم و لیکن نامہ ام
ہم چو نبض خستہ بر بال کبوتر می تپید

۱۲- می گریزی اے کبوتر چند از مکتوب من
نامہ ام آخر بباطن سینہ شہباز نیست

۱۳- یاد آں شوقی کہ مکتوبم بغیر از دل نبود
استخوان سینہ چون بال کبوتر دا شتم

۱۴- تا بر د سوئیش کبوتر نامہ چنداں سودہ ام
دیدہ بر پائیش کہ پائش را بخون آلودہ ام

۱۵- سرخی چشم کبوتر ہیچ می دانی کہ چیست
نامہ ام می برد و بر درد دلم خون می گریست

۱۶- چون چراغ زیر دامن از حدیث آتشین
می درخشد از تہ بال کبوتر نامہ ام

۱۷- تا چہ آرد بر سر بال کبوتر نامہ ام
خامہ ام بردم ز بار درد دل خم می شود

۱۸ جواب نامہ ما غیر ناامیدی نیست
ز دست سودن بال کبوترم پیداست

۱۹- بسکہ دارد اشتیاق دیدن مطلوب ما
بال بر بال کبوتر می پرد مکتوب ما

آخر میں اس سلسلے میں اردو کے دو شعر پیش کیے جاتے ہیں :

جہاں جاتے ہوئے پیک صبا کے ہوش اڑتے ہیں
عریضہ لے چلا ہے حوصلہ دیکھو کبوتر کا

قدرت خدا کی دیکھو کبوتر کا گر گیا
وہ پر کہ جس میں تھا مرا نامہ بندھا ہوا

(بقیہ از صفحہ ۵۱)

مختصراً قلعہ لاہور کی تعمیر کئی مراحل میں انجام پائی - پہلے مرحلے میں قبل از عہد سلاطین تا اکبر کچی اینٹوں اور گارے سے قلعے کی تعمیر ہوتی رہی - اکبر کے عہد میں پہلی مرتبہ پکی اینٹوں سے بنایا گیا اور ایک سو چودہ کمروں کی تعمیر ہوئی - جہانگیری عہد میں دولت خانہ اور اس سے ملحق مسجد کا اضافہ ہوا - شاہجہان کے دور میں بہت سی عمارتوں کا اضافہ ہوا - انگریزوں اور سکھوں کے دور میں قلعے کے اندر متعدد عمارات کو گرا دیا گیا - موتی مسجد میں رنجیت سنگھ کا خزانہ رکھا گیا اور انگریزوں نے ایک حصے میں شراب کا ذخیرہ کیا -